

رمضان کے ثمرات

مولانا عبدالغفار حسنؒ

انسان میں فطری طور پر تین قسم کی خواہشات پائی جاتی ہیں: کھانے پینے کی خواہش، جنسی تعلق سے رغبت اور راحت و آرام کی طلب۔ اب اگر ان تینوں خواہشات کو بے قید آزادی دے دی جائے تو عیش پرستانہ زندگی میں انسان کا جتلا ہو جانا یقینی ہے، اور اگر ان کو دبانے یا کچلنے کی کوشش کی جائے تو انسانیت کی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اسلام نے افراط و تفریط کی ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال کی راہ پیش کی ہے۔ یہ اعتدال پیدا کرنا رمضان المبارک کا اولین مقصد ہے۔ اسی بات کو قرآن حکیم نے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو) سے واضح کیا ہے۔

روزے کی حالت میں دن بھر ایک مسلمان بھوک کی شدت، پیاس کی تیزی اور جنسی خواہش کے جیجان کو قابو میں رکھتے ہوئے پہلی دو خواہشوں کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اظہار کے بعد تھکا ماندہ جسم آرام کا طالب ہوتا ہے، لیکن مؤذن کے بلاوے پر نہ صرف یہ کہ فرض وسنت ادا کرتا ہے بلکہ نماز تراویح بھی ادا کرتا ہے۔ اس طویل عبادت کے بعد انسان آرام کے لیے لیتا ہے اور صبح تک راحت و سکون کی طلب اس میں پائی جاتی ہے لیکن ان ۲۹ یا ۳۰ دنوں میں خلاف معمول پھر اسے رات کے آخری حصے میں سحری کے لیے اٹھنا ہوتا ہے۔ اس طرح انسان کا جسم عیش و عشرت اور سکون و راحت کا دلدادہ ہونے کے بجائے مشقت اور جفاکشی کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کی تیسری خواہش بھی بے قید آزادی کا شکار ہونے سے بچ جاتی ہے۔

روزے سے جس توازن اور عدل کی شاہراہ پر انسان کا قدم اٹھتا ہے، وہی اسے تقویٰ کی منزل تک پہنچاتی ہے۔ اِعْمَلُوا طَهُورًا قَرَّبَ إِلَيْكُمُ (المائدہ ۵: ۸) ”عدل کی راہ اختیار کرو

وہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔“ گویا کہ اعتدال و میاندہ روی کی یہ کیفیت وہ ہے جس کی بنا پر انسان تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنے رب کا قرب اور اس کی بے پایاں رحمت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ بس یہی رمضان المبارک کا اصل مقصد ہے۔

رمضان المبارک کی چند نمایاں خصوصیات اور تقاضے درج ذیل ہیں:

● ایمان کمی تازگی: روزے کا پہلا ثمر ایمان کی از سر نو تازگی اور شادابی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات خصوصاً اس کے عظیم و خیر اور مالک یوم الدین ہونے پر جس طرح روزہ یقین پیدا کرتا ہے، وہ اپنی تاثیر کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ روزے کی حالت میں بھوک پیاس کی شدت اور جنسی خواہش کے ہیجان پر وہی شخص قابو پاسکتا ہے جو مذکورہ بالا خدائی صفات پر ایمان رکھتا ہو۔ قانون کے ڈنڈے اور پولیس کے پھروں کے بغیر ایک مسلمان اپنے ایمانی تقاضے کی بنا پر اس فرض کو انجام دے سکتا ہے اور اس طرح اس کی ایمانی قوت و حرارت میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ افراد کی اصلاح کے لیے دو قسم کے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں: ۱- باطنی، یعنی قلبی کیفیات اور اندرونی حالات میں انقلاب و تبدیلی پیدا کی جائے۔ ۲- ظاہری، یعنی بیرونی دباؤ اور تحریری قوانین کے ذریعے برائیوں کو روکنے اور نیکیوں کو نشوونما دینے کی کوشش کی جائے۔

اسلام نے یہ دونوں طریقے اختیار کیے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: سنو! جسم میں ایک گوشت کا ایک ٹوٹھڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارے جسم میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ فرمایا: یہ ٹوٹھڑا دل ہے“ (مشکوٰۃ)۔ قلبی کیفیات کو بدلنے کے لیے نماز کے بعد اگر کسی عبادت کا مقام ہو سکتا ہے تو وہ روزہ ہے۔

● اخلاص: روزے کا دوسرا پہلو اخلاص ہے۔ دوسری عبادت کا علم کسی نہ کسی طرح دوسرے افراد کو بھی ہو سکتا ہے، لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جب تک خود روزے دار ہی اپنی زبان سے اس کا اظہار نہ کر دے کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو سکتی۔ اس میں ریا کاری اور نمائش کا کم سے کم امکان پایا جاتا ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا: ”روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا“۔ (بخاری)

● صبر: روزے کی بنا پر انسان میں صبر، یعنی ضبط نفس اور اپنی خواہشات پر قابو پانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، اسی حدیث میں رمضان کے بارے میں فرمایا گیا ہے: ”وہ صبر کا مہینہ

ہے“ (مشکوٰۃ)۔ یہ بھی واضح رہے کہ اصحابِ صبر کے لیے خدا کے ہاں ثواب بھی اُن گنت ہے، ارشادِ ربانی ہے: ”صبر والے، خدا کے ہاں اپنا اجر بے حساب پائیں گے“۔ (الزمر ۳۹: ۱۰)

● جذبہ شکر: روزے کی وجہ سے انسان میں جذبہ شکر ابھرتا ہے اور خدا کی نعمتوں کی قدر و منزلت اسے معلوم ہوتی ہے، اور پھر یہ جذبہ اپنے محسنِ حقیقی کی محبت سے وابستہ کر دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب مقامِ محبت حاصل ہو جائے تو پھر عبادت و اطاعت کی مٹھاس بھی دو چند ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ قرآن میں ارشاد ہے: **وَلْيُكْفِرُوا بِاللَّهِ عَلَىٰ مَا هَدَيْتُمْهُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ** (البقرہ ۲: ۱۸۵)، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت کی نعمت تمہیں بخشی ہے اس پر تم اس کی بڑائی بیان کرو اور تاکم تم (احسانات کا) شکر ادا کرو۔ اسی جذبہ شکر کو ابھارنے کے لیے ایک حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ دنیاوی لحاظ سے ان لوگوں کو دیکھو جو تم سے کمتر ہیں، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم ان نعمتوں کو حقیر نہ سمجھو گے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہیں۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

روزے کے افطار کے وقت خاص طور پر اس دعا کے پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے:

اللَّهُمَّ لَكَ صُومْتُ وَعَلَىٰ رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ ، زَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَبَقِيَ الْآجْرُ إِن شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (ابوداؤد، مشکوٰۃ) اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا، اور تیرے دیے ہوئے رزق پر میں نے افطار کیا، پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہو گئیں، اور خدا کے ہاں اجر ثابت ہو گیا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس دعا میں بھی اعترافِ نعمت اور جذبہ شکر ابھارنے کی نمایاں طور پر تربیت دی گئی ہے۔

● ہمدردی اور غم خواری: روزہ انسان میں ہمدردی اور غم خواری کے جذبات کو ابھارتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے جس نے روزے دار کا روزہ افطار کرایا تو اس کو روزے دار کے برابر ثواب ملے گا، اور جس نے پیٹ بھر کر کسی روزے دار کو کھانا کھلا دیا، اسے اللہ تعالیٰ حوضِ کوثر کا جام پلائے گا کہ میدان میں پیاس ہی محسوس نہ ہوگی، اور جس نے اپنے غلام یا ماتحت شخص سے کام لینے میں نرمی برتی، اللہ تعالیٰ اس کی گردن کو جہنم سے آزاد کر دے گا۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

● قیام اللیل: رمضان المبارک کی دوسری خصوصیت رات کا قیام، یعنی شب بیداری

ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ”جس نے رمضان کے روزے ایمان کی بنا پر اور ثواب کی نیت سے

رکھے، اس کے اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

قیام اللیل سے نفس کی تربیت جس طرح ہوتی ہے، اس کی وضاحت اس انداز سے کی گئی ہے: ”بلاشبہ رات کا اٹھنا نفس کو کچلنے اور بات کے درست ہونے کے لیے زیادہ سازگار ہے“ (المزمل ۶:۷۳)۔ رات کے آخری حصے میں نرم گرم بستر چھوڑ کر اللہ کی یاد کے لیے اٹھنا نفس پر انتہائی شاق گزرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ رات کے آخری حصے کی اس پُرسکون فضا میں اپنے رب سے مناجات اور سرگوشی کرنے میں جو لطف حاصل ہو سکتا ہے، اس کا دسواں حصہ بھی دن کے ہنگامہ پر اور اوقات میں میسر نہیں آ سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو دوسرے مہینے کی نسبت رمضان میں شب بیداری کا خصوصی طور پر اہتمام فرمایا کرتے تھے لیکن آخری عشرے میں آپ کی جدوجہد اور بھی زیادہ تیز ہو جاتی تھی، جیسا کہ حدیث میں ہے: ”جب (آخری) عشرہ شروع ہوتا تو اپنی کمرس لیتے، رات کو جاگ کر گزارتے اور گھر والوں کو بھی بیدار کرتے“۔ (بخاری)

● قرآن کا مہینہ: رمضان المبارک کی تیسری خصوصیت اس ماہ میں نزول قرآن ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: شَهْرٌ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (البقرہ ۲: ۱۸۵) ”رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا“۔ یہ انداز بیان ظاہر کر رہا ہے کہ رمضان اور قرآن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ حقیقت میں یہ رمضان، قرآن کی سالگرہ منانے کا مہینہ ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ قرآن کے نزول کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قرآن کو پوری تیزی کے ساتھ بے سمجھے پوچھے تراویح میں پڑھ لیا جائے۔ قرآن مجید کا حق صحیح معنی میں اس وقت ادا ہو سکتا ہے جب اس کے نزول کے مقاصد پیش نظر رکھے جائیں:

۱- لِيَتَقَرَّآءَ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْتَفٍ (بنی اسرائیل ۱: ۱۰۶) ہم نے قرآن کو اتارا ہے تاکہ اُسے آپ ٹھیر ٹھیر کر اطمینان سے پڑھیں۔

۲- كَذَّبَ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُتَبَرِّئًا (ص ۳۸: ۲۹) ہم نے برکت والی کتاب نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تدبیر سے کام لیں۔

۳- إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (النساء ۴: ۱۰۵) ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ

نے جو راہ آپ کو دکھائی ہے، اس کے مطابق آپ فیصلہ کریں۔

گویا انسان اپنے نفس پر، اپنے گھر پر، ماحول پر، پورے ملک پر بلکہ پوری دنیا پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کے غلبے اور حکمرانی کو قائم کرنے کی جدوجہد میں لگ جائے۔ زندگی کا کوئی شعبہ اور معاشرے کا کوئی حصہ بھی اس کی رہنمائی سے خالی نہ رہے۔

● دُعا: رمضان المبارک کی چوتھی خصوصیت دعا ہے۔ قرآن مجید میں رمضان المبارک کے احکام و فضائل کو بیان کرتے ہوئے درمیان میں دعا کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے: **وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي** (البقرہ ۲: ۱۸۶) جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں (تو ان سے کہہ دو کہ) میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی پکار کو میں سنتا ہوں، جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔

قرآن مجید کا یہ انداز بیان ظاہر کر رہا ہے کہ رمضان اور دعا میں انتہائی گہرا ربط پایا جاتا ہے۔ دعا کی مقبولیت کے پیش تر اوقات اسی ماہ میں رکھے گئے ہیں۔ رمضان، عبادت کا مقدس پاکیزہ اور پُر بہار موسم ہے اور دعا کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے: دعا عبادت کا مغز اور گودا ہے (ترمذی)۔ اسی بنا پر روزے دار کی دعا خصوصاً افطار کے وقت اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

● انفاق فی سبیل اللہ: رمضان المبارک کی پانچویں خصوصیت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں تمام قیدیوں کو آزاد فرما دیتے اور ہر سائل کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتے (بیہقی، مشکوٰۃ)۔ دوسری حدیث میں آپؐ کی سخاوت کو کثرت و زیادتی کے لحاظ سے تیز ہوا، سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ کے احسانات خصوصاً نعمت قرآن کا شکر، اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ اس ماہ میں کثرت سے غربا و مساکین کی مدد کی جائے اور نیک کاموں میں آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کیا جائے۔ اس طرح روزے دار اس ماہ میں اپنے دل سے نخل کے میل کچیل کو ڈور کر سکتا ہے اور اسے سخاوت و فیاضی کا خوگر بنا سکتا ہے۔ رمضان المبارک کی ان تمام خصوصیات پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ رمضان کے ذریعے عبادت خالق اور خدمت خلق، دونوں کی تربیت دی گئی ہے۔

● اجتماعیت: رمضان المبارک کی چھٹی خصوصیت اس میں اجتماعیت کا پہلو ہے۔ یہ وہ فضیلت ہے جو رمضان المبارک کے تمام احکام و عبادات میں نمایاں ہے۔ روزہ رکھنے کا معاملہ ہر شخص کی صواب دید پر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ اس کے لیے ایک خاص مہینہ مقرر کر دیا گیا ہے، تاکہ اس طرح سب مسلمان ایک ہی وقت میں سحری کھائیں اور افطار کریں۔ اسی حالت میں اگر کسی کا دل روزے کی طرف راغب نہ بھی ہو، تب بھی ماحول اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ روزے کی سعادت سے محروم نہ رہنے پائے۔ اس اجتماعی حکم کی بنا پر کمزور ایمان والے بھی ایمانی قوت حاصل کر سکتے ہیں اور عمل صالح کی کھیتوں کو سرسبز و شاداب بنا سکتے ہیں۔

● لیلة القدر: رمضان کی ساتویں خصوصیت لیلة القدر ہے۔ اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہوتی ہے۔ اس رات کو مندرجہ ذیل دعا پڑھنا مسنون ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تَحِبُّ الْعَفْوَ فَاَعْفُ عَنِّيْ (ترمذی، مشکوٰۃ) اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، تو میری خطائیں معاف فرما۔

عام طور پر ۲۷ ویں شب کو ہی شبِ قدر سمجھا جاتا ہے، حالانکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات شبِ قدر ہوتی ہے۔ اس لیے ان پانچ راتوں کو خاص طور پر عبادت و تلاوت اور ذکر الہی میں گزارنا چاہیے۔

● اعتکاف: رمضان المبارک کی آٹھویں خصوصیت اعتکاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، لیکن آخری سال آپ نے ۲۰ دن کا اعتکاف فرمایا (بخاری، مشکوٰۃ)۔ اسلام نے رہبانیت (ترک دنیا) سے منع کیا ہے۔ لیکن یہ خواہش بھی فطری ہے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ گوشہ تنہائی میں اپنے رب سے سرگوشیوں میں مصروف ہو، اور اس کے حضور گزر گزرا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگے، اور آئندہ کے لیے از سر نو اطاعت و فاداری کا عہد و پیمانہ باندھے۔ اعتکاف کو مستحب قرار دے کر ایسی خواہش کو پورا کیا گیا ہے۔

ان خصوصیات کو سامنے رکھتے ہوئے رمضان المبارک کے ثمرات و نتائج کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس مقدس مہینے کے تقاضوں کو کامل خلوص اور غیر فانی لگن کے ساتھ پورا کرتے ہوئے دنیا و آخرت کی سعادتوں اور شادمانیوں سے سرفراز ہوتے ہیں۔